ڈاکٹر اختر علی صاحب، استاد شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج لاہور

ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب علمی تحقیقی اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے دراصل یہ سید صاحب کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس بمقام کلکتہ منعقدہ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۷ء[1] کو پڑھا اور معارف کے ۱۹۱۸ء کے نو (۹) شماروں میں بالاقساط شائع ہوا[2] پھر سید صاحب نے پاکستان آنے

---

[1] سید سلیمان ندویؒ - ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں دیباچہ از سید الطاف علی بریلوی ص۱

نوٹ - اس مقالے کا کچھ حصہ جنوری ۱۹۱۸ء کے معارف کے شمارے میں بعنوان "ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں" شائع ہوا - معارف کے مقالہ کے شروع میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ یہ "وہ تقریر ہے جو آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ کلکتہ میں ۲۹ دسمبر (۱۹۱۷ء) کی شب کو کی گئی (معارف جنوری ۱۹۱۸ء ص۸)

[2] معارف ۱۹۱۸ء کے جن نو شماروں میں یہ علمی مقالہ شائع ہوا ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے

۱-	ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں -	معارف جنوری ۱۹۱۸ء	ص ۸ - ۱۶
۲-	ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں -	" مئی "	ص ۴ - ۳
۳-	ایضاً (۲)	" جون "	ص ۶ - ۱۵
۴-	" (۳)	" جولائی "	ص ۴ - ۱۶
۵-	" (۴)	" اگست "	ص ۶۰ - ۶۵
۶-	" (۵) (ہندو فارسی شعرا)	" ستمبر "	ص ۱۱۷ - ۱۲۶
۷-	ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی مسلمانوں کے عہد میں (۶) ہندو ادبائے فارسی)	" اکتوبر "	ص ۱۷۱ - ۱۸۴
۸-	مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی (۷) ہندو علمائے علوم عقلیہ)	نومبر "	ص ۲۲۷ - ۲۳۶
۹-	" " (۸) طب اور دیگر علوم متفرقہ -	دسمبر "	ص ۲۸۴ - ۲۹۳

پاکستان آنے کے بعد اس کا مسودہ اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسیرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی کے حوالہ کیا اس ادارہ نے اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۴ء اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ کتاب کے آغاز میں جلی عنوانات کی فہرست نہیں دی گئی۔ تاہم اس کتاب کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت صفحات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- سرورق — ص ۱، ۲

۲- مقدمہ از میجر شمس الدین صاحب — ص ۳ - ۶

۳- دیباچہ از الطاف علی بریلوی — ۷ - ۱۱

۴- ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں (۱ تا ۵) — ۱۳ - ۹۴

۵- ایضاً (۶) ایضاً (ہندو فارسی شعراء) — ۹۵ - ۱۱۳

۶- " (۷) ہندو ادبائے فارسی) — ۱۱۴ - ۱۴۰

۷- " (۸) ہندو علمائے علوم عقلیہ) — ۱۴۱ - ۱۶۰

۸- " (۹) طب اور دیگر علوم متفرقہ — ۱۶۱ - ۱۸۳

۹- "ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں" پر مختلف رسائل و تبصرے — ۱۸۵ - ۱۸۷

۱۰- آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کی شائع کردہ کتابیں اور ان پر اخباروں اور رسائل کا تبصرہ — ۱۸۷ - ۲۰۰

اس کتاب کے شروع میں عالیجناب الحاج میجر شمس الدین محمد صاحب سابق وزیر تعلیم بہاولپور و صدر آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا جو مقدمہ شامل کیا گیا ہے وہ خوب معلوماتی، تاثراتی اور عالمانہ ہے۔ اسی طرح جناب سید الطاف علی بریلوی بی اے علیگ سکریٹری آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس و سکریٹری مدیر "العلم" (سہ ماہی) کراچی کا دیباچہ جو اس کتاب میں شامل ہے اس میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کے بہتر سلوک مقالے کی روداد اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقالہ چونکہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ کلکتہ ۱۹۱۸ء میں کئی نشستوں میں پڑھا گیا اس لئے بعض مقامات پر علامہ موصوف نے مقالے کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے کسی نشست میں پڑھے گئے حصے کے آخر یا شروع میں کسی فقرے یا فقرات کا اضافہ کیا ہے۔ مگر کتابی صورت میں لاتے وقت ان فقروں کو حذف کردیا گیا ہے۔ کتاب میں بعض مقامات پر علامہ موصوف نے صرف دو تین لفظ بدل کر ہی مقالے کے تسلسل کو قائم رکھا ہے۔ کتاب میں جو معمولی سی تبدیلی علامہ موصوف نے روا رکھی ہے اس کی نشان دہی ذیل میں کردی گئی ہے۔

۱۔ معارف مئی ۱۹۱۸ء صـ ۳۱ پر آخری سطر "آئندہ نمبر میں اس مضمون کے ہلکے پھلکے خاکہ میں کسی قدر رنگ آمیزی کرنا ہے" کو مقالے سے خارج کر دیا گیا ہے۔

۲۔ معارف جون ۱۹۱۸ء صـ ۶ پر "گذشتہ نمبر میں" کی بجائے کتاب میں صـ ۳۴ پر "صفحات ماسبق" لگایا گیا ہے۔

۳۔ معارف جولائی ۱۹۱۸ء میں مقالے کی قسط کا آغاز "آج کی بزم علمی کا افتتاح ایک فرنیچ مورخ کی تقریر سے ہوتا ہے" کی بجائے کتاب میں صـ ۹۵ پر آغاز "اب ایک فرنیچ مورخ کی تقریر کا اقتباس ملاحظہ کیجئے" سے ہوتا ہے۔

۴۔ معارف اگست ۱۹۱۸ء صـ ۶ پر مقالے کی قسط کا آغاز "گذشتہ نمبر میں ان ۲۷ ہندو فضلاء کے نام گنائے گئے ہیں" کی بجائے کتاب میں صـ ۸۴ پر آغاز "اوپر کی سطروں میں ان ۲۷ ہندو فضلاء کے نام گنائے گئے ہیں" سے ہوتا ہے۔

۵۔ معارف ستمبر ۱۹۱۸ء صـ ۱۱۱ پر مقالے کی قسط کے شروع میں "ہندو فارسی شعراء" کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ مگر کتاب میں یہی عنوان صـ ۹۵ تا ۱۳۱ ہے۔ کتاب میں بہت سے شاعروں کے نام دئے گئے ہیں ایک ایک حرف کے تحت بہت سے نام آئے ہیں۔ علامہ سید صاحب نے کتاب کے ان صفحات میں ایک ہی حرف سے شروع ہونے والے تمام ناموں سے پہلے وہی حرف ابجد لکھ دیا ہے جب کہ معارف میں چھپنے والے اس حصے میں یہ التزام نہیں کیا گیا تھا۔ کتاب میں ان حروف ابجد کے تحت کوئی بھی نام بڑی آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ معارف نومبر ۱۹۱۸ء صـ ۳۴۶ کی آخری سطر "آئندہ ہم بعض ہندو طبیبوں کا حال لکھیں گے" کتاب سے خارج کر دی گئی ہے۔

۷۔ معارف دسمبر ۱۹۱۸ء صـ ۴۸۴ کی یہ عبارت "یہ سلسلہ اس قدر پھیلا کہ ارباب بزم گو زبان سے تو نہیں کہتے لیکن تیور سے پہچان لیتا ہوں کہ وہ گھبرا اٹھے ہوں گے لیکن بات یہ ہے ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

اب اس کے بعد تکلیف نہ دی جائے گی" کتاب سے بالکل حذف کر دی گئی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی ایک بلند پایہ مذہبی عالم، تاریخ دان لسانیات کے ماہر اور اعلیٰ پایہ کے محقق تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ تعلیمی مسائل اور ان کو بہتر بنانے کے راستے تلاش کر کے لوگوں تک پہنچانے میں خاص دلچسپی رکھتے تھے ان کا یہ تحقیقی مقالہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر پر ایک طویل عرصہ مسلمان حکمرانوں نے حکومت کی ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی تہذیبیں سرے سے مختلف تھیں ہندو اس تہذیب، علوم و فنون، تمدن اور معاشرت سے بالکل ناآشنا تھے جو مسلمانوں کا زیور تھیں۔ مسلمانوں کی وجہ سے ہندوستان میں تمدن و معاشرت، فکر و فہم اور علوم و فنون میں ایسا عظیم

انقلاب برپا ہوا۔ کہ ہندو قوم جو کم از کم اہمیت کے فن سے بھی ناواقف تھی۔ وہ آداب معاشرت اور علوم و فنون کے حصول میں مسلمانوں کی فیاضی، فراخ دلی اور بے تعصبی کی وجہ سے ان کے دوش بدوش چلنے لگی۔ مسلمانوں کے حسن سلوک، مساوات، رفاقت، اور حسن خلوص کی بدولت ہندو ہر میدان میں آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں میں علم کی تحصیل اور فنون کی ترقی کا ذوق پیدا کیا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی سربراہی اور سرپرستی میں علوم و فنون میں کمال اور عروج حاصل کیا۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی:

"مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندو قوم وہ قوم تھی جو ہر غیر قوم سے اس قدر شدید نفرت رکھتی تھی اور اس کو ملیچھ ناپاک اور نجس ہستی تصور کرتی تھی۔ کیا اس وقت کوئی خیال کر سکتا تھا کہ کسی زمانے میں ہندو قوم بھی اس قدر روادار اور وسیع الخیال ہو جائے گی کہ وہ دوسری قوم کے ساتھ مل جل کر کام کرے گی۔ اس کی زبان سیکھے گی۔ اس کے علوم و فنون پڑھے گی۔ اس کے تمدن و معاشرت کو اختیار کرے گی۔ اور اس کے ساتھ شاگردی اور استادی کا رشتہ قائم کرے گی۔ لیکن سو دو سو برس ہی کے اندر ان کے خیالات میں بڑا تغیر آگیا اور اب وہ مسلمان سلاطین کی نوکریاں کرنے لگے۔ اور درباروں میں مسلمان ارباب کمال کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے لگے۔ یہی ابتدائی بے تعصبی ہندوؤں کی موجودہ تعلیمی ترقی کا زینہ ہے۔"[1]

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کتاب ("ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں") میں تاریخی اسناد اور حوالوں کے ذریعے ثابت کر کے جامع اور مختصر انداز میں مسلمانوں کے زمانے میں ہندوؤں کی علمی، تعلیمی اور علوم و فنون کی ترقی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کر کے اس حقیقت کی بدرجہ احسن وضاحت کر دی ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا ہندوؤں پر کتنا گہرا اثر رہا ہے۔

سید صاحب نے مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کی تعلیم و ترقی اور نصاب تعلیم کی تجدید و ترویج میں مسلمان علماء کی خدمات کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔

"مسلمانوں کا ہندوؤں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے تعلیمی علوم و فنون میں وسعت پیدا کی۔ قدیم ہندوستان کے شبستہ وقار کو صدمہ پہنچائے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد سے پہلے ہندوستان میں جن علوم کی تعلیم رائج تھی ان کی فہرست نہایت مختصر تھی۔ نصاب تاریخ میں حکمت، اقلیدس، ہیئت، طب، شاعری، موسیقی وغیرہ علوم ہندوستان میں پہلے سے موجود تھے۔ لیکن ان کی تعلیم اوّلاً تو مخصوص لوگوں کو ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ ان علوم سے متعلق دنیا کی دوسری قوموں کی جو تحقیقات تھیں اس سے یہاں سرتاپا ناواقفیت تھی۔ مسلمان علماء نے

---

[1] سید سلیمان ندوی، ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں ۱۹۵۸ء، کراچی ص ۲۷، ۲۸

ان کے نصابِ تعلیم کو ان فروگذاشتوں سے پاک کیا"[1]

کتاب کے آغاز میں علامہ سید سلیمان ندوی نے اہلِ ہند اور مسلمانوں کے علمی تعلقات پر بھی مختصر طور پر روشنی ڈالی ہے اس موضوع پر انہوں نے اپنی مشہور تصنیف "عرب و ہند کے تعلقات" میں زیادہ مفصل اور وضاحت سے تحریر کیا ہے۔

اس کتاب کے ۲۰ صفحات میں علامہ سید سلیمان ندوی نے ان ۴۷ ہندو مورخین کا تذکرہ بھی کیا ہے جنہوں نے مسلمانوں کے تاریخی ذوق سے تاریخ کے فن میں مہارت حاصل کی اور اس میدان میں اپنا نام روشن کیا۔ انہوں نے ہندو مورخین کی یہ فہرست صرف حیدر آباد، یا ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اور لندن کے کتب خانوں کی فہرستوں سے حاصل کی ہے[2] اس کے علاوہ اگر یورپ اور ہندوستان کے تمام کتب خانوں کا جائزہ لیا جائے تو تاریخی میدان میں ہندوؤں کا ایک گراں قیمت سرمایہ حاصل ہو سکتا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے جہاں اس کتاب میں اس زمانے کا ذکر کیا ہے جس میں ہندو عربی اور فارسی میں خوب مہارت رکھتے تھے وہاں اس دور کا بھی ذکر کیا ہے جب مسلمانوں کا اقتدار ختم ہو گیا اور انگریز ہندوستان میں اپنے قدم جمانے لگے۔ انگریزوں کے اس دور میں جستہ جستہ مسلمانوں کے ہندوؤں پر گہرے اثرات نظر آ جاتے ہیں جو ابھی دھندلے نہیں ہوئے تھے۔ مثلاً راجہ رام موہن رائے جنہوں نے عربی کی ابتدائی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی۔ اپنی جدید تحریک برہمو سماج کی وجہ سے ہندوؤں میں بدنام ہو گئے۔ ہندوؤں اور دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ہندو مذہب سے اس لئے بیزار ہیں کہ ان کا اسلامی علوم وفنون کے ساتھ وہ لگاؤ تھا جو ساری عمر ان کی دینی زندگی کا ایک اہم جزو بنا رہا۔ اسی طرح بنگال کے مصلحِ اعظم راجہ کیشب چندر سین[3] نے بھی پٹنہ میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی وہ بھی علوم اسلامیہ میں گہری دسترس رکھتے تھے۔ سر رابندر ناتھ ٹیگور کے والد فارسی دان اور ایک صوفی منش انسان تھے وہ مولانا روم اور دوسرے صوفی شعراء کے کلام کا ضرور مطالعہ کرتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوؤں کی تعلیم و تربیت اور تہذیب پر جتنا گہرا اثر صوفیائے کرام کا ہوا ہے اتنا مسلمانوں کے کسی اور طبقے کا نہیں ہوا۔ بھگتی تحریک کے علمبرداروں پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ سید سلیمان ندوی نے اس کتاب میں اخلاق و تصوف کے باب میں کچھ ایسے ہندو صوفیوں کی نشاندہی کی ہے جو بھگتی تحریک کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

مسلمان حکمرانوں کے عہد میں فارسی سرکاری زبان تھی حکومت کے عہدے حاصل کرنے کے لئے اس زبان کا جاننا

---

[1] سید سلیمان ندوی ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں۔ کراچی ۱۹۵۸ء ص ۲۹، ۳۰ [2] ایضاً ص ۴۲، [3] ایضاً ص ۴۷

بہت ضروری تھا۔ ہندوؤں نے فارسی زبان میں خوب مہارت حاصل کی اور مسلمان حکمرانوں کا قرب حاصل کیا یہی نہیں بلکہ ہندوؤں نے ذوق شوق کے ساتھ فارسی زبان سے لگاؤ پیدا کیا۔ اور بہت سے اسلامی علوم و فنون کا سنسکرت میں بھی ترجمہ کیا اسی طرح مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی متبرک کتابوں کے فارسی میں ترجمے کئے۔ بنگال میں ایک ہندو گریش چندر گھوش نامی نے قرآن مجید، تذکرۃ الانبیاء اور مشکوٰۃ کا بنگالی میں ترجمہ کیا۔

ہندوؤں کی تعلیم و تہذیب اور علوم و فنون میں دوسری اقوام کی برابری اور ہمسری کرنے کی یہی وجوہات تھیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی اس کتاب میں اور بہت سے موضوعات کو بھی ضبطِ تحریر میں لائے ہیں جن سے ہندوؤں کی تعلیم و ترقی مسلمانوں کے عہد میں پروان چڑھنے اور فروغ حاصل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ موضوعات تاریخ ہندو فارسی شعراء، ہندو ادبائے فارسی، ہندو لغت نویسی، مترجمین، ہندو علمائے علوم عقلیہ، انتظامات مالی، نجوم، طب، موسیقی اور مصوری ہیں۔

الغرض علامہ سید سلیمان ندوی کی یہ تصنیف مسلمان نوجوانوں کے لئے ایک پیغام رشد و ہدایت اور محققین کی نئی نسل کے لئے ایک دعوتِ مبارزت ہے۔

بقیہ: مولانا سعید احمد اکبر آبادی

میں اخلاص اور تقویٰ کی خوبیوں سے نوازا تھا۔

مسلک وہ اگرچہ دیوبند کے نظام فکر سے تعلق رکھتے تھے لیکن مذہبی تقشف کی طرح گروہی تعصبات سے بلند اور پاک تھے۔ سیاسیات میں وہ دیوبند کی انقلابی جماعت کے پیرو تھے اور ہمیشہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے شریک و سہیم رہے۔ لیکن ان کا ذوق سیاسی و عملی سے زیادہ علمی و فکری تھا۔

انتقال افسوس کہ دارالعلوم دیوبند کا یہ نامور فرزند جو اپنے اسلاف کرام کا علم و فضل، اخلاق و سیرت اور افکار و عقائد میں سچا جانشین تھا اور آخر دم تک اس کی علمی و دینی روایات کو زندہ رکھنے اور آگے بڑھانے میں ہمہ تن مصروف رہا تھا۔ ۲۴ مئی ۱۹۸۵ء کو کراچی میں جان ہار گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔